**سورۃالبقرۃ کی روشنی میں بنی اسرائیل اور امت مسلمہ کےم****عاشرتی رویوں کا تجزیاتی مطالعہ**

**A comparative Study of Bani Israel and the Present day Muslims character in the light of Surah Al-Baqarah**

عظمی ناز[[1]](#footnote-1)\*

ڈاکٹر رب نواز[[2]](#footnote-2)\*\*

***Abstract***

***This article is an attempt to a comparative study of Israelites character and the Muslims of the present times. Israelites were the best Ummah as we are today and were blessed with countless blessings. As the Israelites could not perform their assigned role, they were dismissed and the same honors along with responsibilities were bestowed on the Muslims. At the same time, the Muslims were informed in detail about the short comings of the Israelites so that they could protect themselves from the same moral and social deterioration. The article highlights the moral and social shortcomings of Israelites in the light of Surah Al-Baqara and the Bible. An attempt has been made to suggest a tentative solution of the problems faced by the Muslims in today’s world in the light of Quran and Sunnah.***

***Key words: Surah Al-Baqara, Israelites, Muslim Ummah, social deterioration, characte*r**

تمہید:

قرآن پاک میں اور بالخصوص سورۃالبقرہ میں بنی اسرائیل کا تذکرہ کثرت سے کیا گیا ہےان پر کیے گئے انعامات ، ان کی خامیاں اور ان خامیوں کے سبب ان کا انجام بھی واضح کیا گیا ہے ،بنی اسرائیل کا تذکرہ قرآن پاک میں جابجا مذکور ہے اورقرآن کریم میں صراحت ہے کہ بنی اسرائیل کو امامت کی ذمہ داری سونپی گئی تھی سورۃالبقرہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اے بنی اسرائیل میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم پر انعام کی اور میں نے تمہیں تمام جہانوں پر فضیلت دی"[[3]](#endnote-1)

لیکن وہ لوگ اس ذمہ داری سے کما حقہ عہدہ برا نہیں ہو سکےسورۃالبقرہ[[4]](#endnote-2) اور سورۃ آل عمران[[5]](#endnote-3) میں صراحت سے بیان کیا گیا ہےکہ اب آخری امت کی حیثیت سے امت مسلمہ کو یہ ذ مہ داری سونپی گئی ہےلہذا سابقہ امت کی خرابیاں اور ان کا انجام بھی واضح طور پر بتایا گیا ہے ۔تا کہ امت مسلمہ اس انحطاط کے گڑھے سے بچ سکے ۔

سورۃالبقرہ میں اللہ تعالیٰ نےارشاد فرمایا:

"بنی اسرائیل سے پوچھیے کہ ہم نے انہیں کتنی روشن دلیلیں دیں اور جو اللہ کی نعمت کو بدل دیتا ہے بعد اس کے کہ وہ اس کے پاس آ چکی ہو تو بیشک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے "[[6]](#endnote-4)[[7]](#endnote-5)

مذکورہ آیت میں کہا گیا ہے کہ بنی اسرائیل سے پوچھو کہ انہیں ہم نے واضح بینات دکھائی اور ان کی معصیت کی وجہ سے ان کی نعمتیں عذاب میں بدل گئی ۔ گویا کہ بنی اسرائیل کے حالات میں ہمارے لیے واضح سبق ہے کہ ہم ان کے نقش قدم پر چلنے سے بچیں اگر ہم بھی اسی راستے پر چلے جس پر بنی اسرائیل چلے تھے تو ہمارا انجام بھی ان سے مختلف نہیں ہو گا ۔ یہود کو دی گئی نعمتیں اور ان کی خرابیا ں گنوانے کا سبب یہی ہے کہ مسلمان ان سے موعظت حاصل کریں ۔سورۃ احزاب میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ تم اللہ کی سنت میں کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے جس روش کی وجہ سے بنی اسرائیل کو عذاب میں مبتلا کیا گیا کیسے ممکن ہے کہ اسی پیغام کی علمبردار امت مسلمہ اس روش پر چلے اور عذاب سے بچ جائے .

آج ہمیں امت مسلمہ میں جو اخلاقی و معاشرتی کمزوریاں محسوس ہوتی ہیں بظاہر یہ بھی بنی اسرائیل کی طرح ہی امت کے وجود میں سرایت کیے ہوئے ہیں ضرورت ہے کہ بنی اسرائیل کے حالات کا مطالعہ کیا جاےٴ اور ان خرابیوں کی نشاندہی کی جاےٴ اور دور حاضر میں مسلمانوں میں موجود خرابیوں سے ان کا موازنہ کیا جاےٴ تا کہ امت مسلمہ اس انحطاط کے گڑھے سے بچ سکےاورقابل اصلاح پہلو وں کو سامنے لایا جاسکےذیل میں ہم بنی اسرائیل کی معاشرتی اور اخلاقی خرابیوں کا عصر حاضر میں امت مسلمہ کے کردار سے موازنہ کریں گے۔

1. بنی اسرائیل میں حسد کی خرابی

حسدایک بری عاد ت اور اخلاقی خرابی ہے اس سے انسان میں خواہش پیدا ہوتی ہے کہ دوسروں کو کوئی منفعت نہ ملے حاسدیہ سمجھتا ہے کہ دوسروں کی فلاح اس کی محرومی ہے امام راغب نے حسد کی تعریف میں لکھا ہے کہ حاسد محسود سے زوال نعمت کی تمنا رکھتا ہے اور بسا اوقات اس کی نعمتوں کے زوال کے لیے کسی بھی حربے سے دریغ نہیں کرتا.[[8]](#endnote-6)

الف:توضیحی و توجیہی استدلال

بنی اسرائیل کو امت مسلمہ سے قبل امامت ِ عالم کے منصب پر فائز کیا گیا تھا ،اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد انہی کے خاندان میں نبوت کا سلسلہ چل رہا تھا اللہ بزرگ و برتر نے جب آخری نبی بنی اسماعیل سے منتخب کیا تو وہ حسد میں مبتلا ہو گئے کشاف میں مذکور ہے کہ یہود ایک مدت سے عرب میں آخری نبی کے منتطر تھے وہ سمجھتے تھے کہ وہ نبی بنی اسرائیل میں سے ہی آئے گا جیسے اس سے پہلے انبیاء آتے رہے لیکن جب حضرت محمد ﷺ بنی اسماعیل سے مبعوث ہوئے تو انہوں نے حسد کی وجہ سے آپ کا انکار کر دیا [[9]](#endnote-7) حالانکہ قرآن پاک میں صراحت ہے کہ آپ ؐ کی واضح نشانیاں تورات اور انجیل میں موجود تھیں [[10]](#endnote-8)

سورۃالبقرہ میں ان کے حسد اور تعصب کو بیان کیا گیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اکثر اہل کتاب تو اپنے حسد سے حق ظاہر ہونے کے بعد بھی یہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح سے تمہیں ایمان لانے کے بعد پھر کفر کی طرف لوٹا کرلے جائیں سو معاف کرو اور درگزر کرو جب تک کہ اللہ اپنا حکم بھیجے بیشک اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے"[[11]](#endnote-9)

حی بن اخطب اور یاسر بن اخطب یہود کے بڑے علماء میں سے تھے وہ حضورﷺ کے اہل عرب ہونے کی بناپر آپؐ سے بہت حسد کرتے تھے اور ہرممکن کوشش کرتے کہ لوگوں کو کو اسلام سے روکیں ، ان کے تعصب اور حسد کو ظاہر کرنے کے لیے یہ آیات نازل ہوئی ۔[[12]](#endnote-10)تفسیر قرطبی میں مرقوم ہے کہ یہود کےعلماء نے سرکشی کے باعث حضور ﷺ کی رسالت کاانکار کیا انجیل کا انکا ر کر کے غضب کے مستحق بنے اور قرآن کا انکار کر کے غضب بالائے غضب کا شکار ہوئے۔[[13]](#endnote-11)

سورۃ نساء میں فرمایا گیا :

"یا لوگوں پر حسد کرتے ہیں جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دیا ہے"[[14]](#endnote-12)

امام ابن کثیر نے اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ احبار یہود حضورؐ سے منصب نبوت کی وجہ سے حسد کرتے تھے کیونکہ آپ بنی اسماعیل سے تھے بنی اسرائیل سے نہیں تھے ۔[[15]](#endnote-13) انہوں نے انکار حق پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ وہ چاہتے تھے کہ حضرت محمد ﷺاور مسلمانوں کو بھی ایمان سے کفر کی طرف پلٹا کر لے جائیں۔حالانکہ حق ان پر واضح تھا ۔

امام قرطبی نےحسد کی دو اقسام بیان کی ہیں، حسد مذموم اور حسد محمود:حسد مذموم یہ ہے کہ انسان خواہش رکھے کہ دوسروں کو جو نعمت یا فضل حاصل ہے وہ چھن جائے خواہ خود اسے یہ نعمت ملے یا نہ ملے ۔اور اسی حسد کی ممانعت کی گئی ہے۔ حسد محمود کو رشک ،غبطہ اور منافست بھی کہا جاتا ہے ، اس میں انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ جو نعمت یا فضل دوسرے کو ملا اسے بھی ملے اور دوسروں کے زوال نعمت کی خواہش نہ ہویہ جائز ہے اسکی اجازت دی گئی ہے ۔[[16]](#endnote-14)

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے :

"صرف دو آدمیوں پر رشک کرنا چاہیے ،ایک اس آدمی پر جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور وہ اس میں سے رات دن اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے دوسرا اس آدمی پر جس کو اللہ تعالیٰ نے علم قران دیا اور وہ رات اور دن اس کا حق ادا کرتا ہے "[[17]](#endnote-15)

گویا کہ حسد ایسی خرابی ہے جو انسان کی محنت سے کمائی گئی نیکیاں ضائع کر دیتی ہے ۔ آسمان پر پہلی خطا جو ابلیس نے کی حسد کی بنا پرکی اس نے حضرت آدم کو سجدے سے انکا ر کیا دنیا میں پہلا گناہ بھی اسی سبب سے ہوا قابیل نے ہابیل کو حسد کی بنا پر قتل کیا قرآن پاک میں صراحت ہے کہ دونوں بھائیوں میں سےایک کی قربانی قبول ہوئی اور “جس کی قربانی قبول نہ ہوئی “ا س نے دوسرے بھائی سے کہا “جس کی قربانی قبول ہوئی تھی “ کہ میں تمہیں قتل کر ڈالوں گا [[18]](#endnote-16)حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے بھی حسد کے سبب حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالا اور کہا کہ چلو یوسف علیہ السلام کو قتل کر دو یا اس کو کہیں پھینک دو کہ تمھارے والد کی توجہ تمھاری طرف ہو جائے [[19]](#endnote-17)کیمیائے سعادت میں حسد کے چار مراتب بیان کیے گئے ہیں ایک یہ کہ انسان دوسرے کے لیے زوال نعمت کی خواہش رکھے ،خواہ خود اسے وہ حاصل ہو سے یا نہ حاصل ہو۔یہ سب سے مذموم درجہ ہے ، دوسرا یہ کہ اس نعمت کا حصول چاہے مثلاً عمدہ مکان یا خوبصورت عورت وغیرہ ، یہ بھی منع ہے ،تیسرا درجہ یہ ہے کہ اس نعمت کے مثل کی خواہش رکھے اور دوسرے سے نعمت کے زوال کی طلب ہو یہ بھی مذموم ہے اور چوتھا درجہ یہ ہے کہ اس نعمت کے مثل کی خواہش ہو اور دوسرے کا زوال نعمت مطلوب نہ ہو اسے حسد مجاز بھی کہتے ہیں ، دنیاوی نعمتوں کے لیے یہ جائز ہے اوردینی کے لیے مستحب ہے [[20]](#endnote-18)حسد عموماً ہم منصب یا ہم پیشہ سے ہوتا ہے جن میں کوئی قدر مشترک ہو ۔رشک یا منافست کا سبب نعمت سے محبت ہوتی ہے اگر نعمت دینی ہو تو اس کا سبب حب الہی ہو گا او ر دنیاوی ہو تو اس کے حصول کی خواہش مباح ہے امام غزالی نے احیاء العلوم میں حسد مذموم کے سات اسباب بیان کیے ہیں ،1 ۔ عداوت 2۔ تعزز 3۔حقارت 4۔تعجب 5۔مطلوب کے کھو جانے کا خوف 6۔ حب جاہ 7۔ بخل اور خبث باطن۔[[21]](#endnote-19)

ب: توکل کی کمی

توکل کی کمی،اللہ کے فلسفہ آزمائش سے لا علمی اور دنیاوی نعمتوں کو دائمی سمجھ لینا بھی حسد کرنے کی ایک بڑی وجہ ہے۔ اللہ نے جو نعمتیں اور سامانِ زیست عطا کیا ہے یا محروم رکھا ہے اس کی بنیادی وجہ آزمائش ہے۔ وہ کسی کو نعمتیں دے کر آزماتا ہے اور کسی سے  نعمتیں لے کر۔ اللہ کے نزدیک ا س دنیاوی سازو سامان کی حیثیت ایک مردہ بکری کے بچے سے بھی کم ہے۔ ایک حاسد شخص ان نعمتوں کو حقیقی اور مقصود سمجھ کر ان کے حصول کو کامیابی اور ان سے محرومی کو ناکامی گردانتا ہے۔ وہ دنیا کی محبت اور حرص میں پاگل ہو جاتا اور دوسروں کی نعمتوں کو دیکھ کر جل اٹھتا ہے ۔اگر غور سے دیکھا جائے تو حسد کرنے والے کا معترض ہونا بالواسطہ طور پر خدا کی تقسیم اور اس کی حکمت پر اعتراض کرنا ہے۔ لیکن یہ حاسد شخص حسد کی آگ میں جلتے جلتے خدا کی مخالفت بھی گوارا کرلیتا ہے۔اس کا علاج یہ ہے کہ خدا کی آزمائشی اسکیم کو سمجھا جائے، دنیا کی حرص و محبت کو کم کیا جائے اور خدا کی حکمت اور تقسیم پر ہر حال میں راضی رہا جائے کیونکہ یہاں کا ملنا ملنا نہیں اور یہاں کی محرومی محرومی نہیں۔

 حاصلِ کلام یہ کہ حسد ایک خرابی نہیں بلکہ بہت سی روحانی خرابیوں کا مجموعہ ہے یہ انسان کے دین، شخصیت اور معاشرے پر بری طرح اثر انداز ہوتی ہے ۔ حسد کے اثرات خود حاسد کے لیے بھی مضر ہوتے ہیں اور اس کی تعمیری صلاحیتوں کو زنگ لگ جاتا ہے یہ ایسی خرابی ہے جس میں حاسد محسود کو نقصان پہنچانے اور اس کے مقام سے گرانے کی تگ و دو میں لگ جاتا ہے اس بیماری نے سابقہ امتوں کے دین اور ایمان کو بھی بہت ضرر پہنچایا ہے ، مخلوق اور معاصرین کی نسبت سے حسد ایک بڑی خرابی ہے حاسد انسان فہم سے عاری اور اپنی نیکیوں سے محروم ہو جاتا ہے شیطان نے انسان سے حسد کیا اور پھر قابیل نے ہابیل کو حسدکی بنا پر قتل کر دیا برادران یوسف علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام سے حسد کیا اور یہود کے علماء بھی حسد میں مبتلا تھے اور یہی حسد ان کے ایمان لانے کے راستے میں رکاوٹ بنا، اور علم ہونے کے باوجود انہوں نے بنی خاتم حضرت محمد ﷺ کی رسالت کا انکار کیا۔ مسلمانوں کو حسد سے بچنے کے لیے کتاب وسنت میں راہنمائی دی گئی ہے ۔

 ج: امت مسلمہ کے حالات سے تقابل

 اسلام میں دوسروں کی خیر خواہی کی تعلیم دی گئی ہے مسلمان ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں یہ اس بات کا اظہار ہے کہ میں آپ کا خیر خواہ ہوں اور میری طرف سے آپ کے لیے سلامتی کی دعا ہے ۔دین خیرخواہی کا نام ہے یہ امام بخاری کی صحیح میں باب کا عنوان ہے [[22]](#endnote-20)اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اسلام میں اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دینے کی ترغیب دی گئی ہے ،سورۃ حشر میں انصارِ مدینہ کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں [[23]](#endnote-21)سورۃ فلق میں حاسد کے شر سے پناہ مانگی گئی ہے [[24]](#endnote-22) اور حضرت محمد ؐ نے مسلمانوں کو حسد سے بچنے کے لیے مختلف دعائیں سکھائی ہیں جس سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ امت مسلمہ میں بھی یہ خرابی پائے جانے کا اندیشہ ہے ، عصر حاضر میں پاکستان کے تناظر میں دیکھا جائے تو مذہبی و سیاسی جماعتوں میں بھی حسد پایا جاتا ہےسیاسی جماعتوں میں سے ہرجماعت اپنا تفوق چاہتی ہے اور دوسری جماعتوں کو نیچا دکھانے کے لیے کسی حربے سے دریغ نہیں کیا جاتا ۔ اگر مخالف جماعت کی کوئی کمزوری ہاتھ لگ جائے تو اس کا بھر پور فائدہ اٹھایا جاتا ہے الّا ماشاءاللہ کوئی ایسی جماعت جو خدا کی رضاکی طالب ہو حسد سے محفوظ ہو سکتی ہے ۔مذہبی جماعتوں اور مسالک میں بھی ہمیں حسد کا جذبہ کار فرما نظر آتا ہے مگر جہاں اخلاص اور للہیت ہو وہاں حسد نہیں پایا جاتا ۔ اس کے علاوہ انفرادی طور پر بھی حسد کے اثرات معاشرے میں نظر آتے ہیں ۔

حسد کو زائل کرنے کے لیے درج ذیل باتوں پر عمل کیاجا سکتا ہے :

1۔ جن نعمتوں پر حسد ہے ان کے لیے اللہ سے دعا کریں کہ وہ ہمیں بھی مل جائیں اگر وہ اسبا ب و علل کے قانون کے تقاضوں کے مطابق ہوں ۔

2۔ وہ مادی چیزیں جو حسد پر مجبور کرتی ہیں انہیں عارضی سمجھتے ہوئے جنت کی نعمتوں کاتصور کریں ۔

3۔ نفس کو جبراََدوسروں کی نعمتوں کی جانب التفات سے روکنے کی کوشش کریں۔

4۔اللہ سے محسودکے لیے دعا کریں اور اسے اپنے حق میں دعا کا بھی کہیں۔

5۔ محسود سےمل کر دل سے خوشی کا اظہار کریں۔

6۔ محسود کے لیے تحفے تحائف کا دینا بھی حسد کو کم کر سکتا ہے ۔

1. احبار و رہبان کاتعصب میں مبتلا ہونا

بنی اسرائیل کی خرابیوں میں سے ایک خرابی تعصب ہے ،تعصب کا مطلب ہے آنکھوں پر پٹی باندھ لینا، دھڑے بندی یا کسی کی مدد کے لیے مائل ہونا [[25]](#endnote-23) تعصب کے اصطلاحی معنی ہیں حق بات کی دلیل ظاہر ہونے کے باوجود حق قبول نہ کرنا[[26]](#endnote-24)یہ ایسی بری خصلت ہے کہ انسان کی تمام نیکیوں اور خوبیوں کو غارت کر تی ہے ۔ متعصب گویا زبان حال سے کہہ رہا ہوتا ہے کہ وہ عدل و انصاف سے کوسوں دور ہے سماجی رویوں کے ضمن میں تعصب خطرناک ترین ہے۔ دنیا کا کوئی خطہ ایسا نہیں جو تعصب سے پاک ہو ۔ ہم میں سے بیشتر افراد اپنی مذہبی‘ نسلی یا قومیتی شناخت کی بنیاد پر اس کے شکار ہوتے ہیں۔تعصب برتنے والے بھی اس کے مضر اثرات سے نہیں بچ سکتے کسی فرد یا جماعت کے لئے ہر لمحہ نفرت محسوس کرنے سے زندگی کے امکانات محدود اور مسرتیں معدوم ہو جاتی ہیں ۔

الف: توجیہی و توضیحی استدلال

رسول اللہ کی ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں مسلمانوں کو یہودیوں کے ساتھ چند سال اکٹھے رہنے کا موقع ملا تھا اور اس دوران میثاق مدینہ کے عنوان سے باہمی رواداری اور مل جل کر رہنے کی ایک کوشش بھی ہوئی تھی لیکن یہ کوشش خود یہودیوں کی در پردہ سازشوں کی وجہ سے ناکام ہو گئی اور تعصب کے باعث انہوں نے حق سے منہ موڑا۔

سورۃالبقرہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے :

"انہوں نے اپنی جانوں کو بہت ہی بری چیز کے لیے بیچ ڈالا یہ کہ اللہ کی نازل کی ہوئی چیزوں کا اس ضد میں آ کر انکار کرنے لگے کہ وہ پنے فضل کو اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے کیوں نازل کردیتا ہے سو غضب پر غضب میں آگئے اور کافروں کے لیے ذلت کا عذاب ہے"[[27]](#endnote-25)[[28]](#endnote-26)

تفسیر طبری میں مذکورہ آیت کی تفسیر میں مرقوم ہے کہ یہ علمائے یہود تھے جنہوں نے حضرت محمد ﷺ کی رسالت کا انکا ر محض ضد اور تعصب کے باعث کیا [[29]](#endnote-27)اورحدیث مبارکہ میں تعصب کی وضاحت اس طرح ملتی ہے کہ :

"سیدنا واثلہؓ بن اسقع سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے پوچھا‘ اللہ کے رسول! عصبیت کیا ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ ’’تم اپنی قوم کی ظلم پر مدد کرو"[[30]](#endnote-28)

ایک اور موقعہ پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"وہ ہم میں سے نہیں جو عصبیت کی طرف بلائے اور نہ وہ ہم میں سے ہے جو عصبیت پر جنگ کرے اور نہ وہ ہم میں سے ہے جو عصبیت پر مرے"[[31]](#endnote-29)

نبی کریمؐ نے ایسے آدمی کو جو اپنی قوم کی بے جا حمایت کرتا ہے ایسے آدمی سے تشبیہ دی ہےجو کنویں میں گرنے والے اونٹ کی دم پکڑکر کھینچ رہا ہو [[32]](#endnote-30)۔ اسی طرح جو قوم باطل ہونے کی وجہ سے ہلاکت کی کھائی میں گر پڑی ہو اسے کوئی حمایتی اور مدد گار ہلاکت سے نجات نہیں دلا سکتا،مذہب ،نسل یا قوم سے محبت رکھنا عصبیت نہیں ہے ،تعصب کے جذبےکو فروغ دے کر اس سے فائدہ اٹھانا حکمرانوں کا شیوہ رہا ہے فرعون لوگوں کو گروہوں میں تقسیم کرتا تھا۔

 سورۃ قصص ارشاد ہوتا ہے:

"بیشک فرعون زمین پر سرکش ہوگیا تھا اور وہاں کے لوگوں کے کئی گروہ کردیئے تھے ان میں سے ایک گروہ کو کمزور کر رکھا تھا"[[33]](#endnote-31)[[34]](#endnote-32)

مختصر الفاظ میں یہ کہ گروہوں میں تقسیم کرنے سے ہی تعصب کو فروغ ملتا ہے مشرکین اور یہود نے تعصب کی بنا پرحضور ﷺ کی مخالفت کی،اباؤ اجداد کی اندھی تقلید بھی تعصب ہی کی ایک شکل ہے۔تعصب یہ ہے کہ اپنی قوم کی اس طرح حمایت کرنا کہ جس سے دوسروں پر ناانصافی کے جذبات ظاہر ہوتے ہوں یا اپنی قوم کی ایسے معاملے میں معاونت کرنا جو زیادتی اور انتہا پسندی پر مبنی ہو اور معاملات کو اپنی ہی نظر سے دیکھا جائے اور دیگر پہلوؤں سے جائزہ نہ لیا جائے ،شریعت کی نظر میں یہ مذموم ہے ۔ عصبیت یہ نہیں ہے کہ اپنی قوم کی جائز معاملہ میں حمایت کی جائے اور فطری حقوق ومفادات کے حصول کے لیے اس طرح جد وجہد کی جائے کہ دوسروں کے حقوق ومفادات پر زد نہ پڑے ۔یہود نے نسلی تفاخر اور تعصب کے باعث رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا انکار کیا وہ کہتے تھے کے باقی انبیاء بنی اسرائیل سے مبعوث ہوئے لہذا آخری نبی بھی بنی اسرائیل سے ہی ہو گا لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ آپ ؐ بنی اسماعیل سے ہیں تو وہ آپ ؐ کو پہچاننے کے باوجود آپ ؐ پر ایمان نہیں لائے ۔ اللہ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا کہ اللہ اپنا فضل جس پر چاہتا ہے نازل کرتا ہے ۔

ب: عصرِحاضرمیں امت مسلمہ کے کردار سے موازنہ

 اسلام امت مسلمہ کو اتحاد کی تعلیم دیتا ہے اور تمام مسلمانوں کو وحدت کی لڑی میں پرو دیتا ہے۔ قرآن میں تمام مسلمانوں کو بھائی بھائی قرار دیا گیا ہے [[35]](#endnote-33) اور تعصب کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے ۔مسلمان خواہ کسی بھی علاقے یا قوم سے تعلق رکھتا ہو اور کوئی بھی زبان بولتا ہو اسلام اسے اخو ت کے رشتے میں پرو دیتا ہے ۔

عصر حاضر میں ہمیں تعصب کی مختلف اقسام معاشرے میں نظر آتی ہیں ، مثلاً مذہبی تعصب ، لسانی تعصب ، علاقائی تعصب اور قبائلی تعصب وغیرہ پاکستان میں بھی تعصب کو فروغ حاصل ہوا ہے ، حالانکہ پاکستان کے آئین 1973ء میں درج ہےکہ :

"ریاست شہریوں کے درمیان نسلی قبائلی اور صوبائی تعصبات کی حوصلہ شکنی کرے گی"[[36]](#endnote-34)

لیکن اس کے برعکس معاشرے میں مذہبی مسالک اور فرقوں میں بھی تعصب نظر آتا ہے او ر لسانی اور علاقائی بنیادوں پر بھی عصبیت اپنا کام دکھا جاتی ہے اخبارات میں آئے روز ایسےقتل کے واقعات شائع ہوتے ہیں جوکہ مذہبی ،لسانی اور علاقائی بنیاد پر کیے جاتے ہیں تعصب کی وجہ سے انسان کی سوچ محدود ہو جاتی ہے عصر حاضر میں مذہبی جماعتوں کے اپنے مخصوص عقائد و نظریات کے باعث بھی تعصب فروغ پاتا ہے ۔اور جن معاملات کی ثانوی حیثیت ہوتی ہے ان میں بھی عدم برداشت کا رویہ اپنایا جاتا ہے مثلاً نماز کے معاملے میں فروعی اختلافات میں بے لچک رویہ اپنایا جاتا ہے اور بعض مساجد میں اختلاف رکھنے والے مسالک کے افراد کے لیے داخلہ ممنوع قرار دیا جاتا ہے یہ صرف شیعہ سنی مسالک کی حد تک نہیں بلکہ اہل سنت میں بھی دیوبندی ، بریلوی اہل حدیث اور دیگر مسالک کی تقسیم پائی جاتی ہے ۔اسی طرح خود کش حملوں کی وجوہات تلاش کی جائیں تو وہاں بھی تعصب لازمی نظر آئے گا ۔کیوںکہ اپنے سوا دوسروں کو غلط قرار دینے والے لوگ جو محدود سوچ کے حامل ہوتے ہیں وہی اس کے مرتکب ہوتے ہیں ۔اسی طرح مختلف فرقوں کا ایک دوسرے کی تکفیر کرنا بھی تعصب کےسبب سے ہوتا ہے ۔

1. یہود و نصاریٰ کا نقضِ عہد

نقض کے معانی ہیں رسی کی ترکیب کوجدا جدا کرنایا بنا کر توڑ دینا[[37]](#endnote-35)۔ یہ عہد شکنی کے لیےبھی استعمال ہوتا ہے ۔رسی استعارہ ہے جسے عہد کے لیے استعمال کیا گیا ہے ۔باہمی معاہدہ کرنے والوں میں بھی رسی کے اجزاءکی طرح ربط ہوتا ہے

کسی بھی قوم کے لیے کلید ی اساس رکھنے والے امور میں سے ایک عہد کی پاسداری بھی ہے ۔ عہد شکنی عملی جھوٹ ہے اور جھوٹ کو ہر مذہب اور معاشرے میں برا سمجھا جاتا ہے عہد شکنی سے معاشرے میں بےاعتمادی ا ور بے اطمینانی کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔

الف: توضیحی و توجیہی استدلال

یہود نے جب بھی کسی سے کوئی عہد کیا تو اسے پس پشت ڈال دیا۔ حضرت محمدﷺ سے ہجرت

مدینہ کے بعد جو عہد کیا”میثاق مدینہ “ اس کی بھی خلاف ورزی کی اور حضرت محمد ﷺ کے بارے میں جو نشانیاں ان کی کتابوں میں تھی اور جو عہد ان سے لیا گیا تھا کہ تم ان پر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا انہوں نے اس کابھی خیال نہ رکھا اور حضرت محمد ﷺ کے دشمن بن گئے۔

سورۃالبقرہ میں ارشاد ہے :

"جو اللہ کے عہد کو پختہ کرنے کے بعد توڑتے ہیں اور جس کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اسے توڑتے ہیں اور ملک میں فساد کرتے ہیں وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں"[[38]](#endnote-36)[[39]](#endnote-37)

مذکور ہ آیت میں بتایا گیا ہے کہ قطع رحمی اور عہد شکنی سے معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے ۔طبری کے مطابق عہد شکنی اللہ کو سخت نا پسند ہے اور عہد توڑنے سے انسان فاسق ہو جاتا ہے ۔تفسیر فی ظلال القرآن میں سید قطب نے اللہ سے عہد کی درجذیل اقسام بیان کی ہیں۔

ایک جبلی عہد ہے کہ ہر انسان کا فرض ہے کہ اپنے مالک حقیقی کی معرفت حاصل کر ے۔اور عہد الست میں بھی اللہ نے تمام انسانوں کی روحوں سے یہ عہد لیا تھا کہ وہ دنیا میں اللہ کو ہی اپنا معبود مانیں گیں ۔

 دوسرا عہد خلافت ہے جو اللہ نےآدم سے لیا جو سورۃالبقرہ میں مذکور ہے کہ اگر تمھارے پاس میری طرف سے ہدایت آئے تو جو لوگ میری ہدایت کی پیروی کریں گے ان کے لیے کسی رنج اور خوف کا موقع نہیں ہے تیسرا عہد وہ ہے جو اللہ نے اپنے پیغمبروں کے ذریعے لیا کہ وہ شریعت الہی کی پیروی کریں گے ۔[[40]](#endnote-38)ہر قوم اپنے نبی سے اس کے اتباع کا وعدہ کرتی ہے [[41]](#endnote-39)

سورۃالبقرہ میں بنی اسرائیل سے خطاب کرتے ہوئے آغاز میں ہی ان پر واضح کیا گیا کہ تم اللہ کے عہد کو پورا کرو گے تو اللہ تمہارے عہد کو پورا کرے گا۔[[42]](#endnote-40)بنی اسرائیل سے اللہ نے ایک عہد حضرت محمد ﷺ کے بارے میں لیا تھا کہ تم ان کی پیروی کرو گے اور اس عہد کا ذکر تورات اور قرآن دونوں میں ملتا ہے۔

 کتاب استثناء میں بیان کیا گیا کہ :

"میں ان کے لیے انہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی بھیجوں گااور

اپنا کلام اسکے منہ میں ڈالوں گا۔اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گاوہی وہ ان سے

کہے گااور جو کوئی میری ان باتوں کوجو وہ میرا نام لےکر کہے گا نہ سنے گامیں اس کا

حساب اس سے لوں گا"[[43]](#endnote-41)

امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں کہ بھائیوں سے مراد بنی اسماعیل ہی ہیں او ر حضرت محمد ﷺ بنی

اسماعیل میں سے ہی تھے[[44]](#endnote-42)اور یہودکو بتایا گیا تھا کہ وہ فاران کی چوٹیوں سے دس ہزار نفوس قدسیوں کے ساتھ ان پر ظاہر ہو گااس کے داہنے ہاتھ میں شریعت ہو گی [[45]](#endnote-43)قرآن پاک میں سورۃ اعراف میں صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا بنی اسرائیل میں سے جو اس نبی اُمی کی پیروی کریں گے جس کی علامات وہ تورات اور انجیل میں پاتے ہیں اور جنہوں نے اسکی عزت کی اور اس کی مدد کی وہی لو گ کامیاب ہیں[[46]](#endnote-44)بنی اسرائیل سے ایک عہد طور پہاڑ ان پر مسلط کر کے لیا گیا تھا کہ جو احکامات تمہیں ملیں انہیں مضبوطی سے تھامے رکھنا[[47]](#endnote-45) لیکن سورۃالبقرہ میں ان کی یہ خرابی بیان کی گئی کہ انہوں نے اس عہد کو توڑ ڈالا ،ارشاد باری تعالیٰ ہے :

"اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں سے اچھا سلوک کرنا اور لوگوں سے اچھی بات کہنا اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا پھر سوائے چند آدمیوں کے تم میں سے سب منہ موڑ کر پھرگئے"[[48]](#endnote-46)

مذکورہ آیت میں جو عہد بنی اسرائیل سے لیا گیا یہ تمام انبیاء کی دعوت کے مشترکہ نکات ہیں اوراسلام کے اساسی امور ہیں ۔یہاں بنی اسرائیل کو باور کرایا گیا ہےکہ قرآن وہی دعوت پیش کرتاہے جو تورات میں دی گئی اور وہ صرف قرآن کا انکار نہیں کر رہے بلکہ انہو ں نے تورات کے احکامات کو بھی پس پشت ڈالا تھا ۔

بنی اسرائیل میں سے بہت کم لوگوں نے اس عہد کی پاسداری کی اور اس کے لیے تولیتم حاضر کا صیغہ استعمال کیا گیا یعنی ہی خرابی ان میں حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں بھی موجود تھی ۔ یہ ان کےاللہ سے کیے گئے عہد کا حال تھا اور جب ہم یہود کی تاریخ کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے آپس میں بھی جب کوئی عہد کیا تو اس کی پاسداری نہ کی سو رہ بقرہ میں ارشاد ہے :

"جب کبھی انہوں نے کوئی عہد باندھا تو اسے ان میں سے ایک جماعت نے پھینک دیا بلکہ ان میں سے اکثر ایمان ہی نہیں رکھتے"[[49]](#endnote-47)[[50]](#endnote-48)

تفسیر طبری میں مذکور ہے کہ جب حضور ﷺ نے یہود سے اس عہد کا ذکر کیا جو حضور ﷺ کے بارے میں تورات میں ان سے لیا گیا تھا تو مالک بن صیف جو یہودی عالم تھا اس نے قسم کھا کر کہاہم سے ایسا کوئی میثاق نہیں لیا گیا تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی [[51]](#endnote-49)اور یہ واضح کیا کہ انہوں نے جب بھی کوئی عہد کیا اسے توڑ ڈالا۔

سورۃ الانفال میں ارشاد باری تعالیٰ ہے :

"جن لوگوں سے تو نے عہد لیا پھر وہ ہر دفعہ اپنے عہد کو توڑتے ہیں اور وہ نہیں ڈرتے"[[52]](#endnote-50)[[53]](#endnote-51)

بنی اسرائیل کی ایک خرابی عہد کی خلاف ورزی کرنا تھا اور عہد کی پاسداری تمام انبیاء کی دعو ت کے بنیادی نکات میں سے ایک ہے ۔عہد الست اور عہد خلافت تمام انسانوں سے اللہ نے لیے اور بنی اسرائیل سے اور دیگر انبیاکی امتوں سے یہ عہد لیا گیا تھا کہ حضرت محمد ﷺ کو مبعوث کیا جائے گا تو تم ان پر ایمان لاؤ گے لیکن سورۃالبقرہ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کی اکثریت نے اللہ سے کیے تمام عہد توڑ ڈالے۔ اور اسی وجہ سے اللہ نے انہیں خسارے میں مبتلا ہونے کی وعید سنائی ۔

ب: امت مسلمہ کے کردار سے تقابل

عہد کا پورا کرنا اسلامی تعلیمات میں بہت اہمیت رکھتا ہے ، قرآن پاک میں عہدپورا کرنے کی بہت تاکید کی گئی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اور عہد کو پورا کرو بیشک عہد کی بازپرس ہو گی"[[54]](#endnote-52)[[55]](#endnote-53)

رسول اللہ ؐ نے ہمیشہ عہد کی پاسداری کی اور امت کو بھی اس کی تلقین کی رسول اﷲ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"منافق تین باتوں سے پہچانا جاتا ہے جب بات کرے تو جھوٹ بولے،جب وعدہ کرے تو پورا نہ کرے،جب امانت سپرد کی جائے تو اس میں خیانت کرے"[[56]](#endnote-54)

ابن حجر لکھتے ہیں کہ حضرت حذیفہ مکہ سے مدینہ آرہے تھے ابو جہل نے روک لیا اور اس وعد ے پر مدینہ جانے کی اجازت دی کہ وہاں جا کر جنگ میں حصہ نہیں لینا حضر ت حذیفہ نے وعدہ کر لیا اور مدینہ پہنچ کر حضور اکرم ؐکو سارا واقعہ سنایا ، مسلمان جنگ بدر کی تیاری کر رہے تھے اور افرادی قوت کی شدید ضرورت تھی لیکن آپ ؐ نے حضرت حذیفہ کو وعدہ پورا کرنےکی تاکید کی اور اس جنگ میں شرکت سے روک دیا [[57]](#endnote-55)عصر حاضر میں مسلمانوں میں عہد کی پاسداری کی اہمیت کم ہوتی جارہی ہے ،پاکستان کے تناظر میں دیکھا جائے تو حکمران حکومت ملنے سے پہلے جو تقاریر کرتے ہیں ان میں عوام سے بڑے بڑے وعدے کیے جاتے ہیں لیکن حکومت ملنے کے بعد ان وعدوں میں سے بیشتر پر عمل نہیں کیا جاتا ، یہ نہ صر ف جمہوری حکومتوں میں ہوا ہے بلکہ مارشل لا میں بھی حکمرانوں نے اس روایت کو برقرار رکھا اسی طرح عوام میں بھی عہد کی پاسداری کی اہمیت کم ہوتی جاتی ہے جب آپ کہیں ملازمت کرتے ہیں تو سرکاری یا غیر سرکاری ادارے میں جو اوقات کار متعین ہوں، آپ ان اوقات میں اپنی ڈیوٹی پر حاضر رہنے کا عہد کرتے ہیں، اگر آپ ان اوقات کی پابندی نہ کریں، دیر سے دفتر پہنچیں، پہلے دفتر سے نکل جائیں، یا درمیان میں دفتر چھوڑ دیں، یا دفتر کے اوقات میں اپنے ذاتی کام کرنے لگیں، تو یہ بھی وعدے کی خلاف ورزی میں شامل ہے۔

بعض شعبے ملازمین کو پرائیویٹ کام کرنے کی اجازت نہیں دیتے خاص کر میڈیکل میں گورنمنٹ چاہتی ہے کہ ڈاکٹر اپنے مریضوں کو پورا وقت دیں لیکن اگر ڈاکٹر اپنے پرائیویٹ کلینک چلائیں اور سرکاری ہاسپٹل میں آنے والے مریضوں کو توجہ نہ دیں تو یہ بھی وعدہ خلافی کے زمرے میں آئے گا ۔

ہماری دعوتوں ،تقریبات اور جلسوں میں بھی دیئے گئے وقت کا خیال نہیں رکھا جاتا اور کئی کئی گھنٹوں کی تاخیر کو معمولی سمجھا جاتا ہے حالانکہ یہ بھی وعدہ خلافی کے زمرے میں آتا ہے

افسوس کہ دینی پروگراموں میں بھی اس بات کا خیال نہیں رکھا جاتا دعوت ناموں میں جو وقت دیا جاتا ہے عملا اس کی پابندی نہیں کی یہ بھی وعدہ خلافی ہے ۔ بعض مقررین بھی دئیے گئے وقت سے زیادہ وقت لے لیتے ، اور اس طرح دوسرے مقررین کے لیے یا تو وقت نہیں بچتا، یا سامعین کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو رہا ہوتا ہے۔ اسی طرح دیگر کئی مواقعوں پر ہم وعدہ خلافی کے مرتکب ہوتے ہیں ۔

 ہم نے یہود و نصاریٰ کی چند اخلاقی و معاشرتی خرابیوں کا تجزیہ کیا ہے ۔ حسد ، تعصب او ربدعہدی یہودو نصاریٰ کی نمایاں خرابیاں تھیں جو کہ قرآن پاک میں بھی بیان ہوٰئی اور یہود و نصاریٰ ان خرابیوں کی وجہ سے ہدایت الہی سےبھی محروم رہے لیکن عصر حاضرمیں ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں میں بھی وہی خرابیاں سرایت کرتی نظر آتی ہیں اور مسلمان باہمی طور پر ان خرابیوں میں مبتلا ہیں جب کہ یہود و نصاریٰ حسد ،تعصب اور بد عہدی کے مرتکب آج بھی ہوتے ہیں لیکن صرف مسلمانوں کے خلاف آپس میں وہ باہم شیر و شکر ہیں اور اپنے باہمی اتفاق و اتحاد کے باعث دنیامیں ترقی کی شاہرہ پر گامزن ہیں

1. بنی اسرائیل کا شریعت پر جزوی طور پر ایمان

اللہ تعالی ٰ نے انسان کی ہدایت کے لیے ہر دور میں انبیاء اور رسول بھیجے جو انسانوں کے لیے راہنما بن کر آئے دین ازل سے ایک ہی ہے اور بنیادی عقائد بھی یکساں رہے ہیں شریعتیں ہر دور کے حالات کے مطابق مختلف رہی ہیں دین کی تمام تعلیمات پر عمل لازم ہے لیکن انسان دین کے آسا ن اور پسندیدہ پہلو پر عمل کر لیتا ہے لیکن نفس پر گراں گزرنے والے احکامات سے پہلوتہی برتتا ہےاور شریعت کے بعض احکامات پر عمل کرتا ہے لیکن بعض احکامات کو رد کر دیتا ہے بنی اسرائیل بھی اسی خرابی کا شکار تھے ۔

الف: توجیہی و توضیحی استدلال

بنی اسرائیل کی خرابیوںمیں سے ایک خرابی یہ تھی کہ وہ دین پر جزوی طور پر ایمان رکھتے تھےجزوی طور پر ایمان کا مطلب یہ ہے کہ شریعت کے من پسند احکامات پر عمل کر لیا جائے لیکن جو حکم اپنی خواہشات نفس کے مطابق نہ ہو اس کا انکار کر دیا جائے اور ایسا من مانا ایمان اللہ کے ہاں مقبول نہیں ہو سکتا ، یہ صریح منافقت ہے اور تمام انبیاء نے شریعت پر مکمل عمل پیرا ہونے کی دعوت دی ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کو تمام معاملات زندگی میں راہنمائی بہم پہنچائی ہے اور انسان دنیا اور آخرت میں کامیابی اسی صورت میں حاصل کر سکتا ہے جب وہ تمام احکامات الہی کی پیروی کرے سورۃ البقرہ میں بنی اسرائیل کی اس خرابی کو واضح کیا گیا ہے یہ ایسی خرابی ہے کہ اس کی وجہ سے دنیا میں رسوائی اور آخرت میں شدید عذاب کی وعید سنائی گئی ہے ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

"پھر تم ہی وہ ہو کہ اپنے لوگوں کو قتل کرتے ہو اور ایک جماعت کو اپنے میں سے ان کے گھروں میں سے نکالتے ہو ان پر گناہ اور ظلم سے چڑھائی کرتے ہو اور اگر وہ تمہارے پاس قیدی ہو کر آئیں تو ان کا تاوان دیتے ہو حالانکہ تم پر ان کا نکالنا بھی حرام تھا کیا تم کتاب کے ایک حصہ پرایمان رکھتے ہو اور دوسرے حصہ کا انکار کرتے ہو پھر جو تم میں سے ایسا کرے اس کی یہی سزا ہے کہ دنیا میں ذلیل ہو اور قیامت کے دن بھی سخت عذاب میں دھکیلے جائیں اور اللہ اس سے بے خبر نہیں جو تم کرتے ہو[[58]](#endnote-56)[[59]](#endnote-57)

طبری کے مطابق اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا تھا کہ تم ایک دوسرے کو قتل نہیں کرو گے اور نہ اپنوں کو گھروں سے نکالو گے اور بنی اسرائیل نے اس عہد کا اقرار بھی کیا اور وہ اس پر گواہ تھے اور ابن کثیر نے لکھا ہے کہ یہود کے علماء تورات کے جس حصے میں فائدہ دیکھتے عمل کرتے تھے اور جہاں نفس کے خلاف حکم آتا وہا ں عمل نہیں کرتے تھے مدینہ میں بنو قینقاع اور بنو نضیر انصار کے قبیلہ خزرج کے حلیف تھے اور بنو قریظہ قبیلہ اوس کے حلیف تھے جب اوس اور خزرج کی لڑائی ہوتی تو یہ یہودی قبائل بھی اپنے اپنے حلیفوں کے ساتھ میدان میں آتے اور ایک دوسرے کا قتل کرتے اور گھروں سے بھی نکال دیتے اور مال واسباب بھی لوٹ لیتے تھے حالانکہ تورات میں یہ ساری باتیں حرام قرار دی گئی تھی ،لیکن جنگ کے بعد شکست خوردہ قبیلہ کے جو قیدی ہوتے ان کوتورات کے مطابق فدیہ دے کے چھڑا لیتے۔امین احسن اصلاحی رقمطراز ہیں کہ بنی اسرائیل میں یہودا اور اسرائیل دو الگ الگ سلطنتیں قائم ہو جانے کے بعد بنی اسرائیل میں ایسے بہت سے واقعات پیش آئے ،یہ سلطنتیں ایک دوسرے کے خلاف حریفانہ کاوشوں میں مصروف رہتی تھی اور مخالف طاقتوں کو اپنے حریف پر حملہ کرنے پر اکسایا جاتا تھا جب ان پر حملہ ہوتاا ور وہ قتل و غارت گری کے بعد حملہ آوروں کے ہاتھوں میں اسیر بن جاتے تو ان کا فدیہ دے کر جھوٹی ہمدردی دکھائی جاتی او ر کہا جاتا کہ ہم تورات کے حکم پر عمل پیرا ہیں حالانکہ اپنے بھائی بندوں پر دشمن کو حملے کے لیے اکسانا فی نفسہ شریعت کی خلاف ورزی تھی۔

جزوی طور پر ایمان لانے کا ایک مفہوم یہ ہے کہ بعض انبیاءپر ایمان رکھتے تھے اور بعض کا انکار کرتے تھے یہود حضرت عیسی ٰ اور حضرت محمدﷺ پر ایمان نہیں رکھتے تھے ۔جب کہ نصاریٰ حضرت محمد ﷺ کو نہیں مانتے تھے ۔ اس طرح وہ ان انبیاء کی تعلیمات سے صرف نظر کرتے تھے۔یہود تورات کی مکمل پیروی نہیں کرتے تھے ۔بلکہ وہ اس کے بعض حصوں پر ایمان لاتے اور بعض حصوں کا انکار کرتے تھے ۔اسی طرح وہ تمام انبیاء پر بھی ایمان نہیں رکھتے تھے یہودی حضرت موسی ٰ تک آنے والے انبیا کو مانتے لیکن ان کے بعد آنے والے انبیاء اور رسولوں حضرت عیسی ٰ ، حضرت یحییٰ اور حضرت محؐمد ﷺ پر ایمان نہیں رکھتے تھے اور عیسائی حضرت موسی ٰ اور حضرت عیسی ٰ پر ایمان رکھتے تھے لیکن حضرت محمد ؐ پر ایمان نہیں رکھتے تھے اس طرح وہ اللہ کے دین کی مکمل پیروی نہیں کرتے تھے۔بنی اسرائیل کو بھی شریعت کے تمام احکامات دئیے گئے تھے۔

 ارشاد باری تعالیٰ ہے :

"اور ہم نے اسے تختیوں پر ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی سو انہیں مضبوطی سے پکڑ لے اور اپنی قوم کو حکم کر کہ اس کی بہتر باتوں پر عمل کریں عنقریب میں تمہیں نافرمانوں کا ٹھکانہ دکھاؤں گا"[[60]](#endnote-58)[[61]](#endnote-59)

بنی اسرائیل کو بھی تاکید کی گئی تھی کہ شریعت کے احکامات پر عمل پیرا ہوں جیسا کہ مذکورہ آیت سے واضح ہوتا ہے لیکن انہوں نے کتاب کے بعض حصے کو مانا اور بعض حصے سے روگردانی کی ، انجیل مقدس میں بیان کیا گیا ہے کہ :

{اے ریاکار فقیہواور فریسیوتم پر افسوس ، کہ تم بیواؤں کے گھروں کو دبا بیٹھتے ہو اور دکھاوے کےلیے نمازوں کو طول دیتے ہو}

یعنی بعض احکامات پر عمل پیرا ہوتے ہو اور بعض اعمال سے روگردانی کرتے ہو ، اورایک اور موقعہ پر حضرت عیسیٰ نے علماء یہود کو مخاطب کر کے کہا کہ تم پودینہ اور سونف پر دیکی دیتے ہو لیکن شریعت کے دیگر اہم احکامات یعنی انصاف ، ایمان اور رحم کو اہمیت نہیں دیتے

ب: امت مسلمہ کے کردار سے تقابل

 قران پاک میں مسلمانوں کو واضح احکامات دئیے گئے کہ تمام انبیاء پر ایمان لانا ضروری ہے اور ایمان

ایسی چیز نہیں جس کو تقسیم کیا جاسکے سورۃ بقرہ میں ارشاد ہوتا ہے :

"کہہ دو ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہم پر اتارا گیا اور جو ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد پر اتارا گیا اور جو موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا اور جو دوسرے نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا ہم کسی ایک میں ان میں سے فرق نہیں کرتے اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں"[[62]](#endnote-60)[[63]](#endnote-61)

مذکورہ آیت سے واضح ہوتا ہے کہ تمام رسولوں پر ایمان لانا ضروری ہے اورانبیاء میں تفریق درست طرز عمل نہیں ہے اور مسلمانو ں کو اسلام میں مکمل طور پر داخل ہونے کا حکم دیا گیا ہے ،سورۃ بقرہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے :

"اےایمان والو اسلام میں سارے کے سارے داخل ہوجاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو کیونکہ وہ تمہارا صریح دشمن ہے"[[64]](#endnote-62)[[65]](#endnote-63)

مذکورہ آیت کی تفسیر میں ابن کثیر نے مجاہد کا قول نقل کیا ہے کہ :

"تمام اعمال سرانجام دو اور نیکیاں بجا لاؤ"[[66]](#endnote-64)

صحابہ کرام نے مکمل اطاعت اختیار کی تھی اور جہاں بھی اللہ کا حکم سامنے آیا وہاں اطاعت کا رویہ اختیار کیا یہا ں تک کہ حضرت ابوبکر صدیق کے دور خلافت میں جن قبائل نے زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کیا آپ نے ان سے جنگ کا فیصلہ کیا اور تاریخی الفاظ کہے کہ :

"یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں زندہ ہوں اور دین میں کمی کی جائے " [[67]](#endnote-65)

صحابہ کرام کے اس عمل کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے قران میں جا بجا ان کی تعریف فرمائی اور انہیں رسول اللہ کے بعد انسانیت کے لیے معیار قرار دیا کہ سورۃ بقرہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے :

"پس اگر وہ بھی ایمان لے آئیں جس طرح تم ایمان لائے ہو تو وہ بھی ہدایت پا گئے"[[68]](#endnote-66)[[69]](#endnote-67)

لیکن عصرِ حاضر میں مسلمانوں کا عمل بھی قران کی تعلیمات کے برعکس نظر آتا ہے قران کے وہ احکامات جو عبادات سے متعلق ہیں معاشرے میں ان پر عمل تو کسی حد تک نظر آتا ہےلیکن وراثت میں عورتوں کا حصہ دینا اوراس طرح کے دوسرے معاملات پر عمل کم ہی نظر آتا ہے اوراسے دینداری کے خلاف بھی نہیں سمجھا جاتا اوربیٹی ، بیوی اور بہن کا حصہ وراثت میں ہے اس پر عمل کم ہی کیا جاتا ہے لیکن مہر اگر عورت معاف کر دے تو وہ شوہرکے لیے جائز ہے یا چار شادیوں کی اجازت ہے اس پر عمل کے لیے فوری تیار ہو جاتے ہیں ۔اسی طرح ممنوعہ اعمال جیسے شراب ،زنا اور جوا تو برے سمجھے جاتے ہیں لیکن جھوٹ غیبت وغیرہ کو اس طرح برا نہیں سمجھا جاتا حالانکہ ممانعت میں یہ گناہ ایک درجے کے ہیں بلکہ حدیث میں غیبت کو زنا سے بدتر قرار دیا گیا ہے یہ بھی اسی طرح قران کے بعض حصے پر عمل اور بعض حصے کا انکار ہے ،جیسے بنی اسرائیل تورات کے معاملے میں کرتے تھے ۔

اسی طرح قران کو ماننا لیکن حدیث کو شریعت کا ماخذ نہ سمجھنا بھی جزوی ایمان ہی تصور کیا جائے گا کیونکہ قران کو سمجھنے کے لیے حدیث کا علم بھی ضروری ہے اگر صرف قران کو لیا جائے اورحدیث کو چھوڑ دیا جائے تو قران کے متعدد احکامات ساقط ہو جاتے ہیں مثلاً قران میں متعدد مقامات پر نماز کا حکم دیا گیا کہ نماز قائم کرو اور اس کے اوقات اور وضو کے فرائض مختصراًٖ بیان کیے گئے ہیں لیکن نماز کے تفصیلی احکامات حدیث و سیرت کی کتب سے ہی ملتے ہیں اسی طرح روزہ ، زکوٰ ۃ اور حج کے احکامات کی تفصیل بھی احادیث رسول ﷺکے بغیر نہیں جانی جا سکتی ۔

 نتائج َِ بحث

1. بنی اسرائیل کو اللہ نے امامت کی ذمہ داری سونپی لیکن وہ اللہ کے عہد کی پاسداری نہ کر سکے اور اللہ نے یہ ذمہ داری امت مسلمہ کے سپرد کی ۔
2. بنی اسرائیل کی معاشرتی خرابیاں قران میں جا بجا مذکور ہیں جن کے باعث اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہوئے ۔عصرِ حاضر میں امت مسلمہ بھی کسی نہ کسی حد تک ان خرابیوں میں مبتلا ہو رہی ہے اور ان خرابیوں سے بچنے کا واحد ذریعہ تمسک بالقران والسنۃ ہے ۔
3. بنی اسرائیل قومی برتری کے باعث حسداور توکل علی اللہ کا فقدان ہے آج انفرادی اور اجتماعی سطح پر امت مسلمہ میں بھی حسد اور اللہ پر بھروسے کی کمی نظر آتی ہے اسلام میں حاسد کے شرسے بچنے کےلیے دعائیں بھی سکھائی گئی ہیں اورمعاشرتی خرابیوں کے نقصانات سے آگاہ کر کے امت مسلمہ کو ان افعال ِ قبیحہ سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے ۔
4. بنی اسرائیل احساس برتری کے باعث تعصب میں بھی مبتلا ہوئے اور نقض عہدکیا امت مسلمہ میں بھی تعصب نظر آتا ہے اور عصرِ حاضر کے مسلمانوں میں بھی نقض عہد کا رجحا ن پایا جاتا ہے حالا نکہ قران و سنت میں ان معاشرتی بیماریوں سے مکمل طور پر بچنے کا حکم موجود ہے ۔
5. بنی اسرائیل کی سماجی خرابیاں بھی قران میں صراحت سے بیان کی گئی ہیں ۔ ان کے معاشرے میں علماء بھی اعتقادی اور عملی خرابیوں میں مبتلا تھے ۔ان کی اعتقادی خرابیوں میں کتمان حق اور فرقہ واریت کے بارے قرا ن پاک میں بیشتر مقامات پر تنبیہ کی گئی ہے عصرِ حاضر میں امت مسلمہ بھی فرقوں میں بٹی ہوئی ہے امت مسلمہ کو دنیا اور آخرت میں خسران سے بچنے کے لیے فرقہ واریت چھوڑ کر قران و سنت کی تعلیمات کو عام کرنا ہو گا او ر قران کا پیغام دوسروں تک پہنچانا ہو گا ۔
6. بنی اسرائیل کی خرابیوں میں سے ایک خرابی یہ تھی کہ وہ دین پر جزوی طور پر ایمان رکھتے تھے شریعت کے من پسند احکامات پر عمل کرتے تھے اور بعض احکامات کو رد کر دیتے تھے جب انہوں نے اللہ کےاحکامات پر عمل کرنا چھوڑ دیا اور جیسے جیسے وہ عملی حوالے سے کمزوری کا شکار ہوئے دوسری اقوام ان پر غالب آتی گئی اور جب بھی انہوں نے شریعت کی پیروی کی دنیا کی حکومت بھی ان کو ملی ،عصرِ حاضر میں امت مسلمہ کے حالات بھی بنی اسرائیل سے مشابہ ہیں او ر اللہ اور رسول ؐ کی اطاعت میں ہی امت کی کامیابی کا راز پوشیدہ ہے ۔

حواشی

1. \* ایم فل، شعبہ علومِ اسلامیہ ،ہائی ٹیک یونیورسٹی ،ٹیکسلا [↑](#footnote-ref-1)
2. \*\* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علومِ اسلامیہ ،ہائی ٹیک یونیورسٹی ،ٹیکسلا [↑](#footnote-ref-2)
3. سورۃالبقرۃ :47 ، لاہوری، احمد علی، قرآن عزیز،انجمن خدام عزیزشیرانوالہ دروازہ لاہور ۔ت۔ن، ص 10 [↑](#endnote-ref-1)
4. سورۃالبقرۃ : 143 [↑](#endnote-ref-2)
5. سورۃ آل عمران:110 [↑](#endnote-ref-3)
6. سورۃ البقرۃ : 211 [↑](#endnote-ref-4)
7. لاہوری، قرآن عزیز،ص 50 [↑](#endnote-ref-5)
8. الراغب،ابو قاسم حسین بن محمد،المفردات فی غریب القرآن،قدیمی کتب خانہ بالمقابل آرام باغ کراچی2006ء،ص 234 [↑](#endnote-ref-6)
9. زمحشری،ابو القاسم محمود بن عمر و بن احمد خوارزمی،الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، مکتبہ العبیکان ریاض1998،ج 1، ص86 [↑](#endnote-ref-7)
10. سورۃالاعراف : 157 [↑](#endnote-ref-8)
11. سورۃالبقر ۃ :109 [↑](#endnote-ref-9)
12. طبری، تفسیر، ج 1 ، ص624 [↑](#endnote-ref-10)
13. قرطبی ، تفسیر ، ج2 ،ص 31 [↑](#endnote-ref-11)
14. سورۃالنساء : 54 [↑](#endnote-ref-12)
15. ابن کثیر، تفسیر، ج1 ، ص718 [↑](#endnote-ref-13)
16. قرطبی ،تفسیر، ج 2، ص 69 [↑](#endnote-ref-14)
17. مسلم ،صحیح مسلم ، کتاب الفضائل، بَابُ فَضْلِ مَنْ يَقُومُ بِالْقرآن ،ج1،حدیث 815 [↑](#endnote-ref-15)
18. سورۃ المائدہ : 27 [↑](#endnote-ref-16)
19. سورۃ یوسف علیہ السلام : 09 [↑](#endnote-ref-17)
20. غزالی ،ابو حامد محمدبن محمد ، کیمیائے سعادت،مترجم علامہ ذوالفقار علی ، ضیاءالقرآن پبلیکیشنز لاہور2004 ، ص 483 [↑](#endnote-ref-18)
21. غزالی ،ابو حامد محمد بن محمد،احیاءالعلوم،مترجم،مولانا محمد احسن نانوتوی،مکتبہ رحمانیہ اردوبازار لاہور2006،ج3،ص280 [↑](#endnote-ref-19)
22. بخاری ،جامع الصحیح،ج1 ،ص21 [↑](#endnote-ref-20)
23. سورۃالحشر: 09 [↑](#endnote-ref-21)
24. سورۃ الفلق: 05 [↑](#endnote-ref-22)
25. المنجد ، ص 563 [↑](#endnote-ref-23)
26. ۔ ایضاً [↑](#endnote-ref-24)
27. سورۃ البقرۃ : 90 [↑](#endnote-ref-25)
28. لاہوری،قرآن عزیز،ص21 [↑](#endnote-ref-26)
29. طبری،تفسیر،ج1،ص 474 [↑](#endnote-ref-27)
30. ابو داؤد، سلیمان علیہ السلام بن الاشعث،سنن ابی داؤد،المکتبہ العصریۃ،صیدا بیروت، باب فی العصبیۃ ،ج4 ،حدیث 5119 [↑](#endnote-ref-28)
31. ایضاً،ج4 ، حدیث 5121 [↑](#endnote-ref-29)
32. ایضاً، حدیث،5117 [↑](#endnote-ref-30)
33. سورۃ القصص: 04 [↑](#endnote-ref-31)
34. لاہوری،قرآن عزیز،ص614 [↑](#endnote-ref-32)
35. سورۃ الحجرات: 10 [↑](#endnote-ref-33)
36. صفدر حیات صفدر،آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان 1973ء تجزیہ و تبصرہ،نیو بک پیلس چوک اردو بازارلاہور،ص38 [↑](#endnote-ref-34)
37. قاسمی ،القاموس الوحید،ص 1696 [↑](#endnote-ref-35)
38. سورۃالبقرۃ :27 [↑](#endnote-ref-36)
39. لاہوری،قرآن عزیز،ص07 [↑](#endnote-ref-37)
40. سید قطب ،فی ظلال القرآن، مترجم شاہ شیرازی ،منشورات اسلامی منصورہ لاہور 2003ج1،ص 71 [↑](#endnote-ref-38)
41. سید مودودی، تفہیم القرآن، ج 3 ، ص115 [↑](#endnote-ref-39)
42. سورۃالبقرۃ:40 [↑](#endnote-ref-40)
43. کتاب مقدس،استثناء: 18: 15 [↑](#endnote-ref-41)
44. اصلاحی ، تدبر قرآن، ج1 ص178 [↑](#endnote-ref-42)
45. کتاب مقدس،استثناء 23 : 02 [↑](#endnote-ref-43)
46. سورۃ الاعراف: 156 [↑](#endnote-ref-44)
47. سورۃ البقرۃ : 63 [↑](#endnote-ref-45)
48. سورۃالبقرۃ :83 [↑](#endnote-ref-46)
49. سورۃ البقرۃ : 100 [↑](#endnote-ref-47)
50. لاہوری،قرآن عزیز،ص 24 [↑](#endnote-ref-48)
51. طبری ،تفسیر ،ج1،ص 173 [↑](#endnote-ref-49)
52. سورۃ الانفال: 56 [↑](#endnote-ref-50)
53. لاہوری،قرآن عزیز،ص296 [↑](#endnote-ref-51)
54. سورۃ بنی اسرائیل :34 [↑](#endnote-ref-52)
55. لاہوری،قرآن عزیز،ص451 [↑](#endnote-ref-53)
56. بخاری،الجامع الصحیح، کتاب الایمان،باب علامات منافق،ج1،حدیث33 [↑](#endnote-ref-54)
57. العسقلانی،بن حجر عسقلانیؒ، الاصابہ فی تمیز الصحابہ،مکتبہ رحمانیہ لاہور2001ء ،ج1،ص 316 [↑](#endnote-ref-55)
58. سورۃ البقر ۃ : 85 [↑](#endnote-ref-56)
59. لاہوری،قران عزیز،ص 20 [↑](#endnote-ref-57)
60. سورۃالاعراف : 145 [↑](#endnote-ref-58)
61. لاہوری،قران عزیز،ص 267 [↑](#endnote-ref-59)
62. سورۃ البقرہ :136 [↑](#endnote-ref-60)
63. لاہوری،قران عزیز،ص 33 [↑](#endnote-ref-61)
64. سورۃ البقرہ : 208 [↑](#endnote-ref-62)
65. لاہوری،قران عزیز،ص 49 [↑](#endnote-ref-63)
66. ابن کثیر، تفسیر،ج1، ص 375 [↑](#endnote-ref-64)
67. ابن خلدون،تاریخ،ج2،ص444 [↑](#endnote-ref-65)
68. سورۃا لبقرہ :137 [↑](#endnote-ref-66)
69. لاہوری،قران عزیز،ص 33 [↑](#endnote-ref-67)